Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم وتحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم وتحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, ISSN (Online): 2618-1363

Issue 3,Vol 5,July-September,2023

شمارہ۳، جلد۵، جولائی۔ستمبر، ۲۰۲۳

قتل بہ جذبہ رحم کی مروجہ شکلیں اوران کی شرعی حیثیت

Shari'ah Ruling of common forms of Mercy Killing

احمد علی[1]

محمد مزمل[2]

Keywords:

Mercy killing, Common, legal status

Abstract:

There are countless blessings of Allah Almighty on man, which cannot be counted, because all the things in the universe are beneficial for man; health is also a great blessing of Allah Almighty; and its protection is the responsibility of man because the Holy Sharia has made human life extremely valuable. It has been declared sacred, and the protection of the five basic principles that Islamic teachings revolve around is Islam as an aspiration and Sharia rules as a purpose. In Islam, it is forbidden to put one's life in danger.

But the moral crisis of Western civilization and Europe is one of the most important problems. Euthanasia is called euthanasia in Urdu. Tavas should be saved from his painful life by giving lethal medicine or by abandoning his treatment. By doing this, the man himself will be freed from the pain of the disease, and the problems and problems of his heirs will also end.

The trend of mercy killing is spreading rapidly in Western countries and countries under their influence. Unfortunately, a limited section of Muslims is unfamiliar with the spirit of Judaism and are fond of Western civilization.

[1] ۔ایم فل سکالر۔انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد۔

[2] ۔پی ایچ ڈی سکالر، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد۔

قتل بہ جذبۂ رحم کی تعریف

وہ مریض جو کسی لاعلاج مرض میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے شدید تکلیف سے دوچار ہو اوراس کے زندہ رہنے کی کوئی توقع نہ ہو یا وہ بچے جو پیدائشی طورپر غیر معمولی حدتک معذور ہوں،ان کی زندگی محض ایک طرح کا بوجھ ہو،جذبۂ رحم کی نیت سے ایسے مریضوں اور بچوں کی زندگی کو مصنوعی طریقہ سے ختم کر دیناتاکہ وہ اس تکلیف سے آزاد ہو جائیں اور آسانی سے ان پر موت طاری ہو جائے،اسی عمل کو قتل بہ جذبۂ رحم کہاجاتاہے۔علم طب کی اصطلاح میں اس عمل کوEuthanasiaکہاجاتاہے،جوکہEuاورthanasiaکامجموعہ ہے،یہ دونوں الفاظ یونانی زبان کے ہیںEuاچھا،رحم اورآسانی کی معنی میں استعمال ہوتاہےاورthanasiaموت اورقتل کی معنی میں استعمال ہوتاہے۔ لغتاEuthanasiaکامطلب اچھی موت،آسان موت یارحم دلانہ قتل بنتاہے۔[3]

اس ضمن میں انسائکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگارنے بھی یہی موقف اختیار کیاہے:

Euthanasia, also Mercy Killing, act or practice of painlessly putting to death persons suffering from painful and incurable diseases or incapacitating physical disorders.[4]

یوتھنیزیا،نیز قتل رحم ایک ایسااقدام یا عمل جس سے اذیت ناک اور لاعلاج مرض یالاچاری پر مبنی جسمانی بگاڑسے دوچار مریض کوبے آزار موت ماردیناہے۔

قتل رحم کو میڈیکل کی زبان میں یوتھنیزیا کہاجاتاہے لیکن اس مخصوص عمل کے لیے دوسرے الفاظ بھی استعمال کئے جاتے ہیں جن کا یہاں ذکر کرناضروری ہے تاکہ جب بھی اور جہاں بھی یہ الفاظ استعمال ہوں تو مذکورہ عمل کی شناخت ممکن ہوسکے۔

عربی میں اس کوالموت الرحیم/القتل بدافع الرحمة/القتل بدافع الشفقة/القتل الرحمة/یا القتل الرحیم بھی کہاجاتاہے۔اردومیں اسی عمل کو قتل بہ جذبۂ رحم/قتل بدافع شفقت/رحم دلانہ قتل کہتے ہیں۔

اورانگریزی میں اس کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں:

Pulling the Plug/Assisted Suicide/Putting to Death /Mercy killing/Good Death۔

دیکھاجائے توجذبۂ رحم کی نیت سے کسی انسان کو قتل کرناایک نیامسئلہ ہے لیکن بہت اہمیت کاحامل ہے،اگرچہ ابھی اس سے کم لوگ واقف ہیں تاہم بتدریج معاشرے میں اپنی جڑیں مضبوط کرتاجارہاہے،جب کہ اس مسئلہ میں شامل لفظ قتل خوداس بات کوواضح کرتاہے کہ ایک سنجیدہ اور بااخلاق ومہذب آدمی کسی انسان کے قتل کو کبھی بھی اچھاتصور نہیں کرے گا،چہ جائے کہ ہمدردی کے جذبہ سے ہی کسی کوماراجائے۔

قتل بہ جذبۂ رحم کے اقسام

عام طورسے قتل بہ جذبۂ رحم(Mercy killing/Euthanasia)کودواعتبار سے تقسیم کیاجاتاہے،ان دوکی پھرمزید اقسام ہیں:

3 قتل الرحمة في ميزان الأخلاق والقانون۔محمد بن محمود الهواري،ص:06،2003/08/1،http://www.shamela.ws

4-Euthanasia،(1998) Encyclopaedia Beitannica (V,4,P.610). USA: Encyclopaedia Britannica lnc.

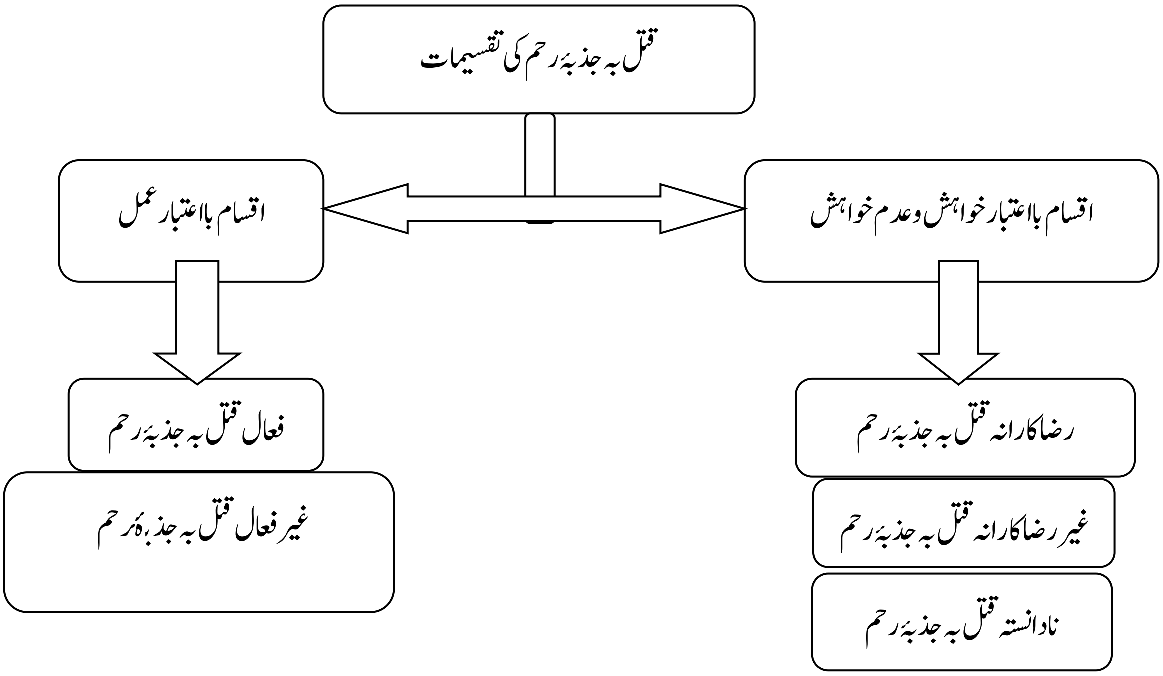

اقسام بااعتبار خواہش وعدم خواہش

اس تقسیم میں قتل بہ جذبۂ رحم سے متعلق دوطرح کے اقسام شامل ہیں ایک جن میں مریض کی رضااور خواہش شامل ہوتی ہےاور دوسرے وہ جن میں مریض کی رضااور خواہش شامل نہیں ہوتی ہے۔اس مناسبت سے قتل بہ جذبۂ رحم کی مندرجہ ذیل تین اقسام شامل ہیں:

اول:رضاکارانہ قتل بہ جذبۂ رحم Voluntary Euthanasia

قتل بہ جذبۂ رحم کی اس قسم میں مریض متعدد وجوہات کی بناپر خود کو موت کے لئے ڈاکٹروں کے سامنے پیش کردیتاہے۔اس قسم میں موت کی خواہش یامطالبہ مریض کی طرف سے کیاجاتاہے،اس لئے ترحم کی نیت سے کیاجانے والا وہ قتل جس میں مریض کی رغبت اور رضامندی شامل ہوا سے اردو میں رضاکارانہ قتل اور انگلش میں Voluntary کہتے ہیں۔مریض کی رضامندی معلوم کرنے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

(1)۔مریض خود مطالبہ کرے: مثلاً کبھی لاعلاج مرض اور ناقابل برداشت تکلیف میں مبتلا مریض ازخود زبانی یاتحریری صورت میں یہ مطالبہ کرتاہے کہ اسے مناسب طریقے سے قبل ازوقت موت کی امان میں پہنچادیاجائے۔[5]

(2)ڈاکٹر مریض کو مشورہ دے: اس صورت میں فیصلہ خود مریض کا ہوتاہے البتہ معالج اُس کو اور اُس کے ورثاء کو تکلیف میں دیکھ کر مریض کو مشورہ دیتاہے کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ کو کسی طرح ماردیتاہوں تاکہ آپ اس تکلیف سے آزاد ہوجائیں۔اور پھر مریض کے اجازت دینے پر ڈاکٹر اُسے ماردیتاہے۔

(3)مریض اور ورثاء باہمی مشاورت کے بعد فیصلہ کریں:

5۔ڈاکٹر محمد شمیم اختر قاسمی، قتل بہ جذبۂ رحم/Mercy killing(نوعیت مسئلہ اور اسلامی نقطۂ نظر)،(کراچی،ادارہ معارف اسلامی۔اشاعت: محرم الحرام 1435ھ۔نومبر 2013ء)،ص:27

لاعلاج اور مہلک مرض میں مبتلا مریض کے ورثاء از خود یا طبیب کے مشورہ پر مریض سے اجازت لیتے ہیں تاکہ اسے تکلیف دہ زندگی سے نجات دلادی جائے اور پھر مریض کی اجازت پر ہی اُسے کسی طرح مار دیا جاتا ہے۔اس صورت میں بھی زندگی اور موت کا فیصلہ خود مریض کرتا ہے۔

دوم: غیر رضاکارانہ قتل بہ جذبۂ رحم Involuntary Euthanasia

قتل بہ جذبۂ رحم کی اس قسم میں ڈاکٹر کا کام ہوتا ہے، یعنی جب ڈاکٹر یہ سمجھتا ہے کہ اس مریض کی یہ بیماری ختم نہیں ہو گی، اب یہ شخص لاعلاج ہو چکا ہے اور اس کی طبیعت دن بدن بگڑتی جا رہی ہے جس کی وجہ سے اس کی تکلیف میں بھی اضافہ ہو رہا ہے، اس لئے ڈاکٹر اسے یو تھنیزیا کے تحت مار دیتا ہے۔اصل میں غیر رضاکارانہ یو تھنیزیا میں مریض کی رضامندی شامل نہیں ہوتی ہے، بلکہ کبھی اس کی رائے معلوم کئے بغیر ہی اسے موت کی آغوش میں پہنچا دیا جاتا ہے[6]، اور یہ کام ڈاکٹر مریض کے اقرباء کو بتائے بغیر ہی کر دیتا ہے اور کبھی اقرباء کے مشورہ سے کرتا ہے، لیکن مریض نہ تو اس کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی اس کی رضا شامل حال ہوتی ہے بلکہ اس کی مرضی کے خلاف یہ کام کیا جاتا ہے۔

سوم: نادانستہ قتل بہ جذبۂ رحم Non. Voluntary Euthanasia

اِسے قتل بہ جذبۂ رحم کے بجائے صرف قتل کہنا ہی مناسب ہو گا کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لاعلاج اور ناقابل برداشت تکلیف میں مبتلا شخص اس حالت میں نہیں ہوتا کہ وہ اپنی زندگی اور موت کا فیصلہ خود کر سکے، [7]مثلاً مریض بچہ ہے جو حیات اور موت سے ناآشنا ہے، یا مریض ایسا ہے کہ کافی عرصہ سے بے ہوشی کے عالم میں پڑا ہے، تو ڈاکٹر کسی کو بتائے بغیر مریض کو مار دیتا ہے، بلکہ اس صورت میں مریض کی تسلی بخش حالت اور موت کے لئے اس کی عدم خواہش کو پس پشت ڈال کر دانستہ اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔

اقسام بااعتبار عمل

قتل بہ جذبۂ رحم کو بروے کار لانے یا انجام دینے کے لحاظ سے مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں:

اول: فعال قتل بہ جذبۂ رحم۔Active Euthanasia/Positive Euthanasia

فعال یا ایکٹیو یو تھینیزیا یہ ہے کہ ڈاکٹر مریض کو موت تک پہنچانے کے لئے کوئی عملی تدبیر اختیار کرتا ہے مثلاً کینسر کا مریض جو شدید تکلیف میں مبتلا ہو یا کافی عرصہ سے بے ہوشی میں پڑا ہوا مریض جس کے بارے میں ڈاکٹر کا خیال ہو کہ اس کی زندگی کی اب کوئی امید نہیں ہے، ایسے مریض کو درد کم کر دینے والی ادویہ زیادہ مقدار میں دی جاتی ہیں جس سے مریض کی سانس رک جاتی ہے۔اسی طرح کبھی ایسا مریض جس کے سر میں شدید چوٹ لگی ہو یا تیز بخار کی وجہ سے نمونیہ کا شکار ہو گیا، ڈاکٹروں کے مطابق اس کے صحت یاب ہونے کا بظاہر کوئی امکان نہ ہو یا مصنوعی تدابیر سے اس کی سانس کو جاری رکھا گیا ہو، اگر یہ آلات ہٹائے جائیں تو مریض کی سانس کا آنا بند ہو جائے گا۔ایسی حالت میں ان آلات کو ہٹانا (تاکہ مریض مکمل طور پر مر جائے) یو تھینیزیا کی ایک قسم ہے۔

دوم: غیر فعال قتل بہ جذبۂ رحم۔Passive Euthanasia/Negative Euthanasia

---

6۔ محمد شمیم، قتل بہ جذبۂ رحم/Mercy killing (نوعیت مسئلہ اور اسلامی نقطۂ نظر)، ص 27۔

7۔ محمد شمیم، قتل بہ جذبۂ رحم/Mercy killing (نوعیت مسئلہ اور اسلامی نقطۂ نظر)۔ڈاکٹر محمد شمیم اختر قاسمی، ص 27۔

غیر فعال قتل یا پیسیو یو تھینیزیا کا مطلب یہ ہے کہ مریض کی جان لینے کے لئے کوئی عملی تدبیر نہ کی جائے بلکہ اس کو زندہ رکھنے کے لئے جو ضروری علاج کیا جانا چاہیے وہ روک دیا جائے یا جو ادویہ دی جاتی ہیں وہ بند کی جائیں ،تاکہ مریض مر جائے۔اس قتل کی بنیاد پھر (جذبۂ رحم)قرار دیا جاتا ہے، کیوں کہ اصل مقصد مریض اور اس کے اعزاء کو جو تکلیف لاحق ہے اس سے انہیں نجات دلانا ہوتا ہے۔ یہاں پر یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ آخر یہ کام کیوں کیا جاتا ہے،اس لئے آنے والی فصل میں وہ اسباب بیان کئے گئے ہیں جن کی بنا پر یو تھنیزیا کے تحت مریض کو ہلاک کیا جاتا ہے۔

قتلِ رحم کی مندرجہ بالا اقسام اور طریقوں کو جمع کیا جائے تو حتمی طور پر ہمارے سامنے درج ذیل اقسام آتی ہیں جن کی تفصیل انشاءاللہ آگے آئے گی، یہاں پر بطور تفہیم صرف نقشہ پیش کیا گیا ہے تاکہ اقسام اچھی طرح سمجھ میں آجائیں:

1رضا کارانہ قتل بہ جذبۂ رحم +فعال قتل بہ جذبۂ رحم =رضا کارانہ فعال قتل بہ جذبۂ رحم	ActiveVoluntary Euthanasia
2رضاکارانہ قتل بہ جذبۂ رحم+غیر فعال قتل بہ جذبۂ رحم=رضاکارانہ غیر فعال قتل بہ جذبۂ رحم	EuthanasiaVoluntaryPassive
3غیر رضا کارانہ قتل بہ جذبۂ رحم +فعال قتل بہ جذبۂ رحم = غیر رضا کارانہ فعال قتل بہ جذبۂ رحم	ActiveInvoluntary Euthanasia
4غیر رضا کارانہ قتل بہ جذبۂ رحم +غیر فعال قتل بہ جذبۂ رحم = غیر رضا کارانہ غیر فعال قتل بہ جذبۂ رحم	PassiveInvoluntary Euthanasia

قتل بہ جذبۂ رحم کو بروئے کار لانے کے اسباب

قتل بہ جذبۂ رحم کو بروئے کار لانے کے اسباب کچھ بھی ہو سکتے ہیں مثلا علاج کرانے کی تکالیف اور خرچہ سے بچنا، مریض کے مال و دولت پر جلد سے جلد قبضہ کرنے کے لئے اسے یو تھینیزیا کے تحت مار دینا وغیرہ، لیکن بنیادی طور پر جو اسباب معلوم ہوتے ہیں، جن کے تحت یو تھیزیا کو بروے کار لاجاتا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

معاشی تنگی اور مفلسی،علاج کا فائدہ نہ ہو،بطور ہمدردی مریض کو مارینا۔یہ سب وہ اسباب ہیں جن کی بنا پر کسی مریض کو مار دیا جاتا ہے یا وہ خود کو مار دیتا ہے۔

قتل بہ جذبۂ رحم کو بروئے کار لانے کی عملی تدابیر

قتل بہ جذبۂ رحم کو بروے کار لانے کے لئے حالات کی مناسبت سے مختلف طریقے اور تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، مثلا: دوسری جنگ عظیم کے آغاز پر جسمانی یا ذہنی طور پر معذور یا جسمانی طور پر بیمار افراد کو نازیوں نے "ٹی فور" یا "رحمانہ قتل" کے پروگرام کے تحت نشانہ بنایا۔ان بدقسمت مریضوں کو جرمنی اور آسٹر لیا کے چھ اداروں میں منتقل کر دیا گیا جہاں انہیں خاص طور پر تعمیر کردہ گیس چیمبروں میں قتل کیا جاتا تھا۔معذور اور چھوٹے بچوں کو بھی دوائیوں کی خطرناک مقدار دے کر یا بھوکا رکھ کر ہلاک کیا گیا۔

اسی طرح کبھی ناقابل علاج مریض کو زہریلی گولیوں، زہر کے ٹیکے، زہریلی انجکشنز اور زہریلی مشروبات یا ادویات کی عدم فراہمی کے ذریعے موت کے راستہ پر روانہ کیا جاتا ہے۔ جبکہ سانس چلانے کے مصنوعی آلات کو ہٹانا بھی قتل بہ جذبۂ رحم کی ایک عملی صورت ہے، جیسا کہ وینٹیلیٹر پر موجود مریض سے وینٹیلیٹر ہٹالیا جاتا ہے تاکہ وہ جلد مر جائے۔[8]

مختلف ممالک کے قوانین میں قتل بہ جذبۂ رحم

یورپین ممالک میں قتل بہ جذبہ رحم کو عام کرنے اور لوگوں میں مقبول بنانے کے لیے مسلسل جدوجہد کی گئی ہے اور اس کو قانونی طور پر جائز بنانے کے لیے ماحول بنایا گیا۔ اس مقصد کو پانے کے لیے مختلف ممالک میں غیر سرکاری تنظیمیں، طبّی عملہ اور وکلاء کی جماعتوں نے جگہ جگہ اور وقفے وقفے سے کانفرنسوں، جلسوں، جلوسوں اور مباحثوں کا بازار گرم کیا، چنانچہ کہ بیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں انہیں کامیابی ملی اور بعض ممالک میں قتل بہ جذبہ رحم کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوئی اور ان میں رضاکارانہ یوتھینیزیا کی اجازت دی گئی۔ اسی طرح بعض ایسے ممالک بھی ہیں کہ جس میں کسی آدمی کے ساتھ موت (خودکشی) میں تعاون کی اجازت ہے اور بعض ایسے بھی ممالک ہیں جن میں مرنے والے کے ساتھ تعاون کرنا بھی جرم سمجھا جاتا ہے۔

مختلف ممالک کے قوانین میں یوتھینیزیا کی تازہ صورتحال:

(1)۔ بیلجیئم Belgium.

بیلجیئم میں 28 مئی 2002ء کی دہائی میں لاعلاج امراض کے شکار ہونے والے مریضوں کو ان کی اور ان کے لواحقین کی اجازت سے انتہائی نرمی کیساتھ موت کی نیند سلانے کی قانونی طور پر اجازت دی جاچکی ہے۔ The Belgian paeliament legalized euthanasia on 28 may 2002 2010ء کے ایک سروے کے مطابق اِس سے دوچار ہونے والے زیادہ تر نوجوان مرد اور کینسر کے مریض ہیں، جن کی اموات زیادہ تر ان کے گھروں میں ہوتی ہیں۔ تاہم اُس وقت اِس قانون کے تحت بچوں کو قتل کرنے کی اجازت نہ تھی۔[9] لیکن ابیلجیئم کی پارلیمنٹ نے ایسے بیمار بچوں کے لیے قتل بہ جذبہ رحم کی اجازت دی ہے، جو طبّی اعتبار سے انتہائی تکلیف کی کیفیت میں مبتلا ہیں اور موت کی آغوش کی طرف جارہے ہیں۔ بیلجیئم میں منظور کیے گئے اس قانون کے تحت صرف ایسے بچے کے لیے یوتھینیزیا کی درخواست دائر کرائی جاسکتی ہے، جس کی طبّی حالت انتہائی نازک اور مخدوش ہو اور اس کے زندہ بچنے کی کوئی امید نہ ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہوگا کہ اس کی موت جلد واقع ہونے کا شدید اندیشہ ہو، اِس عمل کی فیصلہ سازی کے لیے ڈاکٹرز اور والدین اسی طرح ماہر نفسیات کا متفق ہونا بھی ضروری ہوگا۔ بیلجیئم کے رہنماؤں نے اس قانون کی مخالفت کی ہے اور اسے غیر اخلاقی قرار دیا ہے۔ اسی طرح بعض ماہرین امراض نے بھی اس قانون کے خلاف ایک خط لکھا ہے اس میں انہوں نے کہا ہے کہ اس قانون کی فوری کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جدید ادویات سے درد میں کمی ممکن ہے۔ لیکن رائے عامہ کے جائزے میں اس قانون کے لیے بڑے پیمانے پر حمایت دیکھنے میں آئی ہے جس میں اکثریت کیتھولک افراد کی تھی۔[10]

8۔https://www.ushmm.org/outreach/ur/article.php?ModuleId=10007683,

10.http://m.dw.com/ur/a.17429895

(2)۔فرانس France.

فرنسی پارلیمنٹ نےایک قانون کی منظوری دی ہے جس کے تحت ایسے مریض جن کے تندرست ہونے کی امید باقی نہیں رہی ہے،وہ مزید علاج ومعالجہ کراوانے یاڈاکٹروں پربوجھ بننے کے بجائےاپنی زندگی کے خاتمہ کافیصلہ خود کرسکتے ہیں۔اس قانون کے تحت ڈاکٹر حضرات جب یہ سمجھیں کہ مریض کے لیےادویات مؤثرنہیں رہی ہیں اورکسی ذریعےسے مریض کومحض مصنوعی طریقہ سےزندہ رکھاجارہاہویارکھاجاسکتاہے،تووہ میڈیکل امداد بند کرسکتے ہیں۔ اس قانون کے تحت انتہائی علیل یاناقابل برداشت تکلیف یامصیبت کے شکارمریض علاج بند کرنے کی درخواست کرنے کاحق رکھتے ہیں،اس کے بعد ڈاکٹروں کومیڈیکل ٹیم کے مشورہ کے بعد مریض کی خواہشات اورامنگوں کوپوراکرناپڑے گا۔ جومریض مستقل طورپرکومہ یابےہوشی کی حالت میں ہیں اورٹیکنکل طورپرمردہ بھی ہیں،توایسے مریضوں کے لواحقین علاج بند کرنےاورمریض کوان تمام دکھوں سے نجات دلانے کی درخواست دائرکرسکتے ہیں۔ حکومت کاکہناہے کہ یہ قانون یوتھینیزیاسے مختلف ہےاسمیں ڈاکٹروں کوعملی طورپرمریض کی زندگی کاخاتمہ کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔[11]

(3)۔آسٹریلیا Australia.

وفاقی سطح پرآسٹریلیا میں یوتھینیزیاغیر قانونی ہے،البتہ آسٹریلیاکےاندرکچھ ریاستوں نےاس معاملےپرقانون سازی کی ہے،یہ آسٹریلیاکےشمالی علاقوں میں 1995ءسے1997ءتک ایک مدت کے قانونی تھا،بعدمیں اسےمنسوخ کردیاگیا۔ پھر20ستمبر2017ءکووکٹوریہ کی پارلیمنٹ میں مرنے کے لیےمریض کی مددکرنے کےحواسےایک بل پیش کیاگیا،جسے پارلیمنٹ نے منظورکیا۔اس کے بعد29نومبر2017ءکووکٹوریہ کی قانون سازکونسل میں ترمیم کے ساتھ پارلیمنٹ کےذریعے منظورہونےوالےبل کومنظورکیاگیاتھا،جوکہ 2019ءکےوسط میں اثراندازہوگا۔[12]

(4)۔بھارت India.

ہندوستان میں ارونانامی نرس ۴۲ سال سے کومہ کی حالت میں رہ کردنیاسے گزرگئی،وہ مظلوم ایک وحشیانہ حملہ کی وجہ سےاس حالت کوپہنچ گئی تھی؛چنانچہ سپریم کورٹ میں درخواست دی گئی کہ اس کے لئے "رحم دلانہ ہلاکت" کی اجازت دی جائے،اورمئی ۲۰۱۱ءمیں عدالت کافیصلہ آیاکہ "فعال یوتھینیزیا" ایک غیر قانونی عمل ہے،جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی،[13]

فیصلہ کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیر فعال یوتھینیزیاکے بارے میں عدالت نرم گوشہ رکھتی ہے،اوراس کارجحان ہے کہ اس کی اجازت ہونی چاہئے،سپریم کورٹ کےاس فیصلہ کے بعد سےاصحاب دانش،طبّی اخلاقیات کے ماہرین اورسماجی تنظیموں کے درمیان بحث چھڑگئی تھی کہ اس عمل کوجائزہوناچاہئے یانہیں؟لیکن ۹مارچ ۲۰۱۸ءکواپنے سابقہ موقف کے بالکل برعکس سپریم کورٹ نے قتل بہ جذبۂ رحم کی اجازت دے دی،چیف جسٹس دیپک مشراکے زیر صدارت پانچ ججوں کی آئینی بینچ نے یہ فیصلہ دیاہے،جس کاخلاصہ یہ ہے کہ اگرکوئی مریض کسی پیچیدہ اورمہلک بیماری میں مبتلاہونے کی وجہ سے شدید تکلیف واذیت کاشکارہوتومریض کی خواہش پراس کے رشتہ داروں کے کہنے پریاڈاکٹرازخودفیصلہ کرکے مریض کوہمیشہ کے لئے موت کی نیند سُلاسکتاہے۔

11.http://www.dunyapakistan.com/20769/#.W17vr.IRXqA
12.http://en.m.wikipedia.org/wiki/Euthanasia.in.Australia
13.http://www.baseeratonline.com/61651.php

اس حوالے سے روزنامہ امت راولپنڈی، میں بھی یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ بھارتی سپریم کورٹ نے لاعلاج مریضوں کو اپنے لئے موت چننے اور اس حوالے سے وصیت کرنے کی اجازت دے دی ہے، طبّی اصطلاح میں بالراست موت کہلانے والے عمل کی اجازت چیف جسٹس دیپک مشرا کی سربراہی میں 5 رکنی بینچ نے دی، تاہم پارلیمنٹ سے قانون سازی کے بعد ہی یہ حکم نافذ العمل ہو سکے گا۔ فیصلے کے مطابق بالراست موت کے لیے صرف زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا مریض اہل ہونگے، جن کے صحت یاب ہونے کی کوئی امید نہ ہو۔ سپریم کورٹ نے بالراست موت کے لیے میڈیکل بورڈ سے رجوع کرنا لازمی قرار دیا ہے، جس کی تصدیق کے بعد بالراست موت کا مرحلہ طے کیا جائے گا۔ وہ مریض جو وصیت نہ کر سکے ہوں اور طویل کومہ میں جا چکے ہوں، ان کے لواحقین عدالت سے مریض کے لیے بالراست موت کی اجازت لے سکتے ہیں، تاہم اجازت دینا یا نہ دینا عدالت اور میڈیکل بورڈ کی مشترکہ صوابدید پر ہوگا۔ بھارتی سپریم کورٹ نے بالراست موت کا فیصلہ ایک غیر سرکاری تنظیم کی دائر پٹیشن کی سماعت کے بعد سنایا ہے۔ این جی او نے پٹیشن دائر کی تھی کہ وہ شدید بیمار اور لاعلاج مریض جو ہوش و حواس میں نہیں، ان کے لواحقین کو اجازت دی جائے کہ وہ (مریض کے لیے) بالراست موت کی درخواست دے سکیں۔[14]

(5)۔ پاکستان Pakistan.

پاکستان میں کسی بھی انسان کا کسی بھی صورت میں مارنا غیر قانونی ہے، اسی طرح پاکستانی ڈاکٹروں نے بھی بہت سختی کے ساتھ یوتھینیزیا اور اس طرح کی دوسری اموات کی مخالفت کی ہے کہ قتل بہ جذبہ رحم کے برخلاف مریضوں اور اس کے خاندانوں کو سماجی تعاون اور علاج و معالجہ مہیا کرنے پر زور دیا ہے۔[15]

(6)۔ فن لینڈ finland.

یہاں فعال یوتھینیزیا غیر قانونی ہے، تاہم غیر فعال یوتھینیزیا کو قانوناً جواز حاصل ہے

Active euthanasia is not legal in finland. Passive euthanasia however is legal[16]

(7)۔ ناروے Norway.

فی الحال ناروے میں یوتھینیزیا ایک غیر قانونی عمل ہے، اس لئے اگر کوئی شخص کسی بیمار یا اور شدید تکلیف میں مبتلا مریض کی زندگی کو ختم کرنے میں تعاون کرتا ہے تو اُسے کم سے کم سزا دی جاتی ہے۔

Euthanasia remains illegal, though a Caregiver may receive a reduced punishment for taking the life of someone who consents to it.[17]

(8)۔ لگسمبرگ. Luxembourg.

فروری 2008ء کو لگسمبرگ کی پارلیمنٹ میں اس کے متعلق ایک بل سماعت ہوئی، جس میں 59 میں سے 30 ارکان پارلیمنٹ نے یوتھینیزیا کے حق میں ووٹ دیا۔ جس کے نتیجہ میں یہ بل پاس ہوگیا۔ پھر 19 مارچ 2009ء سے یہاں

14۔ ہفتہ 10 مارچ 2018ء روزنامہ امت راولپنڈی۔

15.http://www.pafmj.org/showdetails.pgp?id=304&t=0

16.https://en.m.wikipedia.org/wiki/legality.of.euthanadia

17.https://en.m.wikipedia.org/wiki/legality.of.euthanadia

پر یو تھینیزیا کو قانوناً جائز قرار دیا گیا۔ اس قانون کی منظوری کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ لاعلاج مریض کو اپنی طویل زندگی کے خاتمے کا اختیار ہوگا۔ اس شرط کے ساتھ کہ دو ماہر ڈاکٹروں نے اس کی بیماری کو لاعلاج قرار دیا ہو اور اس کی بقائے حیات کو ختم کرنے کا مشورہ دیا ہو۔[18]

(9)۔ لیتویا Latvia.

یہاں پر یو تھینیزیا غیر قانونی ہے۔ اگر ڈاکٹر کسی مریض کے بارے میں یہ سمجھتا ہے کہ اس کی بیماری لاعلاج ہے اور وہ اسکا علاج ترک کرنا چاہتا ہے، تو اُسے علاج نہ کرنے کی اجازت ہے۔

Euthanasia is not legal in Latvia . However a doctor may refuse further treatment of a patient it they believe it is the best course of action.[19]

(10) ۔ لیتھوانیا Lithuania.

یہاں پر بھی یو تھینیزیا قانوناً جائز نہیں، تاہم 2016ء میں خود موت اختیار کرنے کے حق میں ایک قانونی مسودہ تیار کیا گیا تھا۔

Euthanasia is not legal in Lithuania .However as of 2016 a draft of a law about right to die has been produced.[20]

(11) ۔ ترکی Turkey.

ترکی میں یو تھینیزیا حرام ہے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی خودکشی کے لیے دوسرے کی مدد کرتا ہے یا اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، یعنی اُسے مشورہ وغیرہ دیتا ہے تو آرٹیکل 84 کے تحت اسے سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔ اور فعال یو تھینیزیا میں اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی۔[21]

(12)۔ اسرائیل israel.

اسرائیل کے پینل قانون (penal law) کے مطابق کسی انسان کو مارنا، یا اس کی مدتِ حیات کو کم کرنے کے لیے تدابیر اختیار کرنا غیر قانونی ہے۔ اسی طرح اسرائیل اور یہودی قانون میں ایکٹیو یو تھینیزیا ممنوع ہے، جبکہ پیسیو یو تھینیزیا یہودی قانون کے تحت ممنوع ہے اور اسرائیلی قانون اس کی اجازت دیتا ہے۔[22]

(13)۔ جاپان Japan۔

جاپان میں حکومت کی طرف سے قتل بہ جذبہ رحم کے جواز یا عدم جواز سے متعلق کوئی واضح قانون موجود نہیں ہے اور نہ ہی وہاں کی سپریم کورٹ نے اس معاملے میں کوئی حتمی فیصلہ صادر کیا ہے۔ لیکن یہاں کی (Local court) نچلی کورٹ میں یو تھینیزیا سے متعلق دو کیس درج کئے گئے تھے۔ ایک 1962ء میں Nagoya میں، اور دوسرا 1995ء میں Tokai university میں ایک واقع کے بعد درج کیا گیا۔ پہلے کیس کا تعلق پیسیو یو تھینیزیا سے ہے اور دوسرے کا ایکٹیو یو تھینیزیا سے ہے۔ اُن دونوں مقدمات کے فیصلے کے لیے ایک قانونی فریم

18.https://en.m.wikipedia.org/wiki/legality.of.euthanadia

19.https://en.m.wikipedia.org/wiki/legality.of.euthanadia

20.https://en.m.wikipedia.org/wiki/legality.of.euthanadia

21.https://en.m.wikipedia.org/wiki/legality.of.euthanadia

22.https://en.m.wikipedia.org/wiki/legality.of.euthanadia

تیار کیا گیا،اس فریم میں ایک ایسی شق قائم کی گئی جس کے ذریعے غیر فعال اور فعال قتل بہ جذبہ رحم دونوں کی چند شرائط کے ساتھ قانونی طور پر اجازت دے دیگئی ہے۔

شرائط حسب ذیل ہیں:

غیر فعال قتل بہ جذبہ رحم کیس کے متعلق تین شرائط مقرر کی گئیں: (1)۔ آدمی ناقابل علاج مرض میں مبتلا ہو اور اس کے صحت یاب ہونے کا بھی امکان نہ ہو۔ (2)۔ علاج روکنے کے لیے خود مریض واضح اجازت دے، یا اس سے اجازت لی جائے۔ (3)۔ اگر مریض کی رضامندی معلوم کرنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں مریض کے خاندان والوں کی تحریری صورت میں اجازت ہونی چاہیے۔

فعال قتل بہ جذبہ رحم کے لیےاِن چار شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے: (1)۔ مریض جسمانی طور پر ناقابل برداشت تکلیف میں مبتلا ہو۔ (2)۔ ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس کا حل صرف موت ہی ہو اور جلدی مرنے کا امکان بھی ہو۔ (3)۔ مریض کی اپنی اجازت ضروری ہے، اس کے خاندان والوں کی اجازت کافی نہیں ہو گی۔ (4)۔

the physician must have (ineffectively) exhausted all other measures of pain relief[23].

قتل بہ جذبہ رحم کی مختلف صورتوں کا شرعی حکم

رضاکارانہ فعال قتل بہ جذبۂ رحم

اس سے مراد قتل بہ جذبۂ رحم کی وہ قسم ہے جس میں کوئی مریض بذات خود مرنے کا فیصلہ کرتا ہے اور اس مقصد کے لئے کوئی عملی تدبیر اختیار کرتا ہے، مثلاً زہر کا انجکشن لگوانا، درد کم کرنے والی دوا کا زیادہ مقدار میں استعمال کرنا وغیرہ، اسلام کی بنیادی اور اصولی تعلیمات سے ایسے عمل کی توثیق کا تو کوئی ثبوت نہیں ملتا، لیکن اس کی مذمت و نکیر کے ضمن میں قرآن وحدیث سے مضبوط دلائل حاصل ہوتے ہیں جن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلام میں ایسے عمل کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ زندگی اور موت کا اختیار اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ تک ہی محدود رکھا ہے لہٰذا کس انسان کو کتنی زندگی عطا فرمانی ہے اور کب اس کی موت کا وقت مقرر کرنا ہے یہ عمل خالق ہی کی مرضی ومنشاء پر منحصر ہے، کسی انسان کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

”وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ“[24]

اور تمہارے لیے اب زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک خاص وقت تک۔

ایک دوسری جگہ پر فرماتے ہیں:

”فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ“[25]

پھر جب ان کا وہ مقررہ وقت آجائے گا تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکیں گے، نہ آگے کی طرف سرک سکیں گے ”۔

23.https://en.m.wikipedia.org/wiki/legality.of.euthanadia

24۔القرآن،36:2

25۔القرآن،34:7

اللہ پاک اپنے بندوں پر انتہائی رحم کرنے والا اور مہربان ہے، وہ کسی پر بھی اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری اور آزمائش نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو استطاعت سے زیادہ تکلیف میں مبتلا کرتا ہے: فرمان باری تعالیٰ ہے:

"لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا"[26]۔ "اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا"

بلکہ اللہ پاک اپنے بندوں پر مہربان اور شفیق ہے، وہ اپنے بندوں کے لئے مشکلات نہیں، آسانیاں پیدا کرتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

"يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ"[27]

اللہ تمہارے ساتھ نرمی (آسانی) کرنا چاہتا ہے، سختی (دشواری) کرنا نہیں چاہتا

ایک ماں اپنے بچے سے کتنی محبت کرتی ہے جس کا اندازہ نہیں، وہ اپنے بچے کی ذرا سی تکلیف کی وجہ سے بے قرار اور بے چین ہو جاتی ہے۔ جبکہ اللہ رب العزت اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے، ایسی شفیق ذات سے کیسے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو شدید تکلیف میں بے آسرا اور بے سہارا چھوڑ دیگا،اس لئے بیماری یا دیگر تکالیف کو تقدیر سمجھ کر صبر کرنا چاہیے، صبر کا پھل ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے، اور جو لوگ صبر کا راستہ اختیار کرتے ہیں یہ تکالیف ان کے لئے باعث مغفرت بنتی ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ مُصِيبَةٍ تُصِيبُ المُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا عَنْهُ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا"[28]

رسول اللہ صلی علیہ وسم نے فرمایا: مومن کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے یہاں تک کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالی اس کی ان تکالیف کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

اسی طرح موت کی تمنا نہ کرنے اور آزمائشات اور تکالیف کو برداشت کرنے والے مسلمانوں کو بشارت دی گئی ہے کہ یہ اذیتیں اور پریشانیاں تمہاری نیکیوں میں اضافے اور بخشش کا باعث بن جاتی ہیں۔ حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سُنا: آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ:

"وَلاَ يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ المَوْتَ: إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزْدَادَ خَيْرًا، وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ"[29]

تم میں سے کوئی بھی موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ نیکوکار ہے تو شاید یہ (تکالیف) اس کی نیکی میں اضافے کا ذریعہ بنے اور اگر بدکار ہے تو شاید اس کے لیے مغفرت کا سبب بنے۔

ایک دوسری روایت ایسی بھی ملتی ہے جس میں مطلق موت کی تمنا اور خواہش کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا، يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ [30] ۔ تم میں سے کوئی موت کی تمنا (خواہش) نہ کرے۔

26۔القرآن،2:286

27۔القرآن،2:185

28۔محمد بن اسماعیل أبو عبد اللہ البخاری، صحيح البخاري، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ المَرَضِ، (بیروت، دار طوق النجاۃ، 1422)، ح5640۔

29۔بخاری، صحيح البخاري، بَابُ تَمَنِّي المَرِيضِ المَوْتَ، ح5673

30۔أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق، سنن أبي داود، بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ تَمَنِّي الْمَوْتِ، (بیروت، المكتبة العصرية)، ح3109۔

دوسری جانب ایسے شخص کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے جو وقتی اور عارضی تکلیف سے گھبرا کر اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے خود کو موت کی گھاٹ اتار دیتا ہے اور خدا کے فیصلوں کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ، فَجَزِعَ، فَأَخَذَ سِكِّينًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ، فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ، حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الجَنَّةَ[31]

پچھلے زمانے میں ایک شخص کے ہاتھ میں زخم ہو گیا تھا اور اس سے اس کو بڑی تکلیف تھی، آخر اس نے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ لیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خون بہنے لگا اور اسی سے وہ مر گیا، پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے بندے نے خود میرے پاس آنے میں جلدی کی اس لئے میں نے بھی جنت کو اس پر حرام کر دیا ہے۔

رضاکارانہ غیر فعال قتل بہ جذبۂ رحم

قتل بہ جذبۂ رحم کی اس صورت میں اگرچہ مریض ناامیدی اور مایوسی کے عالم میں خودکشی کے لئے کسی دوا یا زہر وغیرہ کا استعمال نہیں کرتا، لیکن علاج سے احتراز اور ضروری ادویات سے اجتناب کرتا ہے تاکہ بروقت علاج نہ ہونے کہ وجہ سے وہ مر جائے اور اس پر خودکشی کا الزام بھی نہ لگے، لیکن قرآن مجید کی درج ذیل آیت مبارکہ سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے دانستاً ایسا حیلہ بہانہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے جس کا لازمی نتیجہ ہلاکت کی صورت میں ہی رونما ہو۔ فرمان باری تعالی ہے:

"وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ "[32] اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو

اس آیت کے تحت نفس وجان کی حفاظت ایک مامور بہ امر ثابت ہوتا ہے، اور حفاظتِ نفس کے جمیع اسباب و وسائل کا اپنی وسعت کے مطابق فراہم کرنا ہر انسان پر لازم ہے اس لئے شرعاً یہ بھی جائز نہیں ہو سکتا کہ وسعت کے ہوتے ہوئے کوئی آدمی ترک علاج کر کے موت کو دعوت دے۔

دوسری یہ بات بھی ہے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے آپ علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ:

"إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" [33] تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔

اس لئے اگرچہ اس صورت میں موت کے لئے کوئی عملی صورت اختیار نہیں کی جا رہی، محض ترک علاج کیا جا رہا ہے لیکن یہ ترک علاج ایک تو موت کا سبب بن رہا ہے، دوسرا اس کا مقصد اور نیت بھی یہی ہے کہ اس اذیت اور تکلیف دہ زندگی سے آزادی مل جائے۔ اس لئے اس مقصد کے پیش نظر علاج کا چھوڑنا جائز نہیں، بلکہ حدیث مبارکہ میں علاج کے ظاہری اسباب کو چھوڑنے کی مذمت اور شفا کے لیے دوا کے استعمال کی ترغیب دی گئی ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ: کچھ اعرابیوں نے آپ ﷺ سے کہا:

31۔ بخاری، صحيح البخاري، بَابُ مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، ح3463۔

32۔ القرآن، 2:195۔

33۔ بخاری، صحيح البخاري، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه و سلم، ح1۔

"يَا رَسُولَ اللهِ، أَلاَ نَتَدَاوَى؟ قَالَ: نَعَمْ، يَا عِبَادَ اللهِ تَدَاوَوْا، فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلاَّ وَضَعَ لَهُ شِفَاءً، أَوْ قَالَ: دَوَاءً إِلاَّ دَاءً وَاحِدًا قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا هُوَ؟ قَالَ: الهَرَمُ "[34]

یارسول اللہ کیا ہم علاج نہ کرائیں؟۔اس پر۔آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ کے بندو علاج کروایا کرو (دوا استعمال کرو) کیوں کہ اللہ تعالی نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں فرمائی جس کی شفاء (دوا۔علاج) پیدا نہ کی ہو، سوائے ایک بیماری کے۔لوگوں نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ وہ کونسی بیماری ہے، آپ ﷺ نے فرمایا بڑھاپا۔

لہٰذا شریعت اسلامیہ میں جان بوجھ کر یا غفلت کی بناپر علاج نہ کرانا جائز نہیں اور ایسی صورت حال میں مریض کے ارد گرد بسنے والے افراد پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اگر کسی وجہ سے مریض علاج میں تغافل برت رہا ہو تو اس وجہ کو دور کرنے کی کوشش کریں اور انسانی جان بچانے میں اپنا کردار ادا کریں، کیوں کہ انسانی جان اللہ کی ملکیت میں ہے ہے اور اس کی حفاظت انسان کا فریضہ ہے، محض غفلت کی وجہ سے علاج نہ کرانا درست بات نہیں اور اگر علاج نہ کرنے کی نیت یہ ہو کہ موت آجائے یا مریض جلدی ہلاک ہو جائے تو یہ عمل ناجائز ہو گا، کیوں کہ ایک تو مریض نے عملاً ایسی کوئی حرکت نہیں کی جس پر قتل النفس کا اطلاق ہو، دوسرا یہ کہ اس سے نیت ہی یہ کی جارہی ہے کہ مریض خود ہلاک ہو جائے۔لہٰذا یہ عمل ناجائز ہو گا۔معالج کا ہی نہیں بلکہ انسانیت کے ناطے ایک عام انسان کا بھی فرض ہے کہ دوسروں کو حتی الامکان موت اور ہلاکت سے بچائے اور ان کی مدد کرے، تاکہ وہ اپنا علاج کرا سکیں۔

اب چونکہ اسلام ایک فطری دین ہے اس لئے انسانی فطرت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسلام میں عبادات میں بھی انسان کے ساتھ نرمی کی گئی ہے، جبکہ قرآن مجید میں عبادات کو جنوں اور انسانوں کی تخلیق (پیدائش) کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

فرمان باری تعالی ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ "[35]

میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔

عبادات جیسے معاملے میں اللہ پاک نے انسان کے ساتھ جتنی نرمی برتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی صورت میں انسانی جان کو تکلیف نہ دی جائے اور نہ ہی ہلاک ہونے دیا جائے۔الاشباہ والنظائر میں تحریر ہے کہ:

"وَلَا يَجُوزُ لِلْإِنْسَانِ الرِّيَاضَةُ بِتَقْلِيلِ الْأَكْلِ حَتَّى يَضْعُفَ عَنْ أَدَاءِ الْعِبَادَةِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ { نَفْسُك مَطِيَّتُك فَأَرْفِقْ بِهَا } وَمِنْ الرِّفْقِ أَنْ لَا يُؤْذِيَهَا وَلَا يُجِيعَهَا "[36]

انسان کے لئے جائز نہیں کہ تقلیل غذا کے ذریعے ریاضت (ورزش) کرے، یہاں تک کہ عبادت کی ادائگی سے معذور ہو جائے، اس لئے رسول اللہ ﷺ کا فرماہے: تمہاری جان تمہاری سواری ہے پس اس کے ساتھ نرمی برتو اور نرمی یہ ہے کہ انسان اسے نہ تکلیف پہنچائے اور نہ اسے بوکھا رکھے۔

اللہ رب العزت کے نزدیک انسان کی جان اتنی اہم اور قدر و منزلت کی حامل ہے کہ حفظ جان کو مقاصد شرعیہ میں سے ایک مقصد قرار دے دیا گیا ہے، اور ایک انسان کی جان کے تحفظ کی خاطر اللہ پاک نے اپنے احکام میں اس قدر نرمی رکھی ہے کہ اضطراری حالت میں بقدر ضرورت حرام سے بھی استفادہ نہ صرف جائز بلکہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔

34۔محمد بن عیسی بن سَورۃ بن الترمذی، سنن الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي الدَّوَاءِ وَالحَثِّ عَلَيْهِ، (بیروت، دار الغرب الاسلامی، 1998م)، ح2038۔

35۔القرآن، 56:51۔

36۔غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر، ج1، ص189، موقع الإسلام، http://www.al-islam.com ۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

"يَجِبُ أَكْلُ الْمَيْتَةِ عِنْدَ الضَّرُورَةِ فَإِنَّهُ وَاجِبٌ عِنْد الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَجُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ "[37]

ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک حالت اضطرار میں مردار کا کھانا واجب ہے۔

ایک دوسری جگہ پر لکھا ہے کہ:

"وَيَجِبُ أَكْلُهَا عِنْدَ الضَّرُورَةِ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَجُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ . قَالَ مَسْرُوقٌ : مَنْ اُضْطُرَّ فَلَمْ يَأْكُلْ حَتَّى مَاتَ دَخَلَ النَّارَ . وَذَلِكَ لِأَنَّهُ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ نَفْسِهِ بِتَرْكِ مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ مِنْ الْأَكْلِ الْمُبَاحِ لَهُ فِي هَذِهِ الْحَالِ فَصَارَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ "[38]

ائمہ اربع اور جمہور علماء کے نزدیک ضرورت کے وقت مردار کا کھانا واجب ہے اور مسروق فرماتے ہیں کہ جو مردار کے کھانے پر مضطر ہو اور نہ کھائے، یہاں تک کہ مر جائے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا، اور یہ اس لئے کہ اس نے اپنے آپ کو مارنے میں مدد کی ہے اس چیز کے ترک کرنے سے جو اس کے لئے مباح ہو چکی تھی اور اس کو استعمال کرنے کی طاقت بھی تھی۔ اب گویا کہ یہ اپنے آپ کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

لیکن بعض علماء کی رائے ہے کہ مریض کو دوا چھوڑ دینے یا استعمال نہ کرنے سے متعلق روکا نہیں جا سکتا، کیوں کہ علاج کرانا ایک مباح کام ہے فرض یا واجب نہیں ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہے اور وہ اپنا علاج نہیں کرانا چاہتا ہے یا ترک تداوی کرتا ہے، تو اسے نہیں روکا جائے گا۔

فتاویٰ ہندیہ میں لکھا ہوا ہے کہ:

وَإِنْ قِيلَ لَا يَنْجُو أَصْلًا لَا يُدَاوَى بَلْ يُتْرَكُ كَذَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ "[39]

اگر یہ کہا جائے کہ مریض کا علاج کسی بھی صورت میں ناممکن ہے تو علاج چھوڑ دیا جائے گا، الظهيرية میں بھی اسی طرح ہے۔

لیکن اگر دیکھا جائے تو تھوڑے سے فرق کے ساتھ یہاں پر دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک ترکِ علاج۔ جس کا مطلب ہے علاج چھوڑ دینا، علاج نہ کروانا۔ دوسری کف، اس کا مطلب ہے کہ کسی چیز کے استعمال کا چھوڑ دینا، یا کسی چیز کے استعمال سے باز رہنا۔

اب علاج نہ کرانے کے تو کئے اسباب اور وجوہات ہو سکتی ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی، لیکن کف ایک مثبت عمل ہے اور اگر فقہی اصول "الاموربمقاصدها "کو مد نظر رکھا جائے تو علاج میں کف کا مطلب یہ ہوگا کہ زندگی ختم ہو جائے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان زندگی کے تحفظ کے فریضہ سے جو کہ اس پر واجب ہے، دست بردار ہونا چاہتا ہے جو کہ خلاف شریعت ہے۔ ہر انسان کی زندگی خواہ معذور شخص کی ہو، طاقت ور کی ہو یا انتہائی نشیط لوگوں کی ہو، اللہ پاک کے ہاں سب محترم ہیں، ان کی قیمت ان کا اب واحترام برابر ہے۔ لہٰذا یو تھینیزیا کی کوئی بھی قسم اور صورت ہو، اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔

37۔تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم ابن تيمِيَّة، مجموع الفتاوى، (السعودية، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المملكة العربية السعودية، 1416هـ/1995م)، ج18، ص12

38۔ابن تيمِيَّة، مجموع الفتاوى، ج26، ص181۔

39۔الشيخ نظام وجماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، (بیروت، دار الفکر لبنان: 1411ھ-1991م، ج5، ص360

غیر رضاکارانہ فعال قتل بہ جذبۂ رحم

غیر رضاکارانہ فعال قتل بہ جذبۂ رحم سے مراد ہے کہ مریض کی مرضی اور خواہش کے بغیر کسی عملی تدبیر سے مریض کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے اب چونکہ یہ کام کوئی دوسرا کرتا ہے اور مریض کی رضامندی بھی شامل حال نہیں ہوتی ہے اس لئے یہ عمل سراسر ظلم اور ناحق قتل ہوگا، جسے قرآن پاک میں تمام انسانوں کا قتل قرار دیا گیا ہے۔

فرمان باری تعالی ہے:

" مَنْ قَتَلَ نَفْسًابِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا"[40]

جس کسی نے کسی انسان کو قتل کیا بغیر کسی قتل کے قصاص کے یا بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔

البتہ بعض صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں اللہ پاک نے خود کسی انسان کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے پھر چاہے وہ انسان مسلمان ہو یا غیر مسلم (مرتد) ہو۔ فرمان باری تعالی ہے:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى" [41]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے لئے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔ آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو آزاد ہی سے بدلہ لیا جائے، غلام قاتل ہو تو غلام ہی قتل کیا جائے اور عورت اس جرم کی مرتکب ہو تو اس عورت ہی سے قصاص لیا جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا انسان جو اللہ رب العلمین کا باغی اور انسانیت کے لئے نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ پاک فرماتے ہیں کہ:

"إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ"[42]

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ ودو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں، یا سولی پر چڑھائے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلاوطن کر دئے جائیں۔ یہ ذلت اور رسوائی تو ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑی سزا ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ:

" قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ"[43] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان آدمی کا خون، جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، حلال نہیں، سوائے تین انسانوں کے، شادی شدہ زانی، اور جان کے بدلے جان (قصاص میں قتل ہونے والا)، دین اسلام کو چھوڑنے والا جو جماعت سے الگ ہونے والا ہو۔

40۔ القرآن، 5:32۔

41۔ القرآن، 2:178۔

42۔ القرآن، 5:33۔

43۔ مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوری، صحيح مسلم، بَابُ مَا يُبَاحُ بِهِ دَمُ الْمُسْلِمِ، (بیروت، دار إحياء التراث العربي)، ح1676۔

یہ وہ تین اسباب ہیں کہ جنگی بناپر کسی انسان کو قتل کیاجاسکتاہے، کیونکہ اللہ پاک نے توانسان کی جان کو محترم قرار دیاہے، لیکن اگران تین اعمال میں سے کسی کاارتکاب کرتاہے، توگویاوہ خوداپنااحترام ختم کرتاہےاورایک ایسامجرم قرار پاتاہے جس کی سزاکم ازکم قتل ہے۔اس لیے مریض کے ورثاءپراس کاعلاج کرنافرض ہےان کواس کااہتمام کرناچاہیے،اسی طرح ڈاکٹرحضرات کو بھی چاہیے کہ مریض کا صحیح علاج کرنے کی کوشش کریں،اورانسانیت کے ساتھ ہمدردی کے جذبہ سےاپنی ذمہ داری اداکریں۔ باقی شفادیناالله پاک کاکام ہےاوراللہ پاک اپنے بندوں سے سب سے زیادہ محبت کرتاہے،وہ اپنے بندوں پرمہربان اور شفیق ہےانشاءاللہ ضروربضرورشفادے گا۔

لیکن اگر مریض کے ورثاءاپنے عزیز کی تکلیف برداشت نہ کرتے ہوئےاُسے قتل کردیتے ہیں یااس کی تیارداری سے تنگ آکراسے موت کے گھاٹ اُتار دیتے ہیں، تواسلامی نقطہ نظرسے ان کی بھی وہی سزاہے جوایک قاتل کی ہےاوراس قتلِ ناحق میں شرک تمام افراد جہنم کے مستحق ہونگے۔

حضرت ابوہریرۃؓفرمارے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”لو أن أهل السماء وأهل الأرض اشتركوا في دم مؤمن؛ لأكبهم الله في النار “[44]

اگرزمین اورآسمان کے سارےلوگ کسی ایک مؤمن شخص کے قتل میں شرک ہوں تواللہ سبھی کو جہنم میں ڈالے گا۔

اس لئے کسی مریض کے رشتہ دار یااس کے اطباءکو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ مریض کولاعلاج قرار دے کے یوتھینزیاکے تحت ماردیں،ایساقبیح فعل انجام دیتےوقت انہیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وہ ایک بے گناہ اور بے بس انسان کو قتل کررہے ہیں، جس کی شریعت ہرگزاجازت نہیں دیتی۔

غیررضاکارانہ غیرفعال قتل بہ جذبۂ رحم

قتل بہ جذبۂ رحم کی اس صورت میں نہ تومریض کومرنے کی خواہش ہوتی ہےاورنہ ہی کوئی عملی تدبیراختیار کی جاتی ہے، بلکہ مریض کی رضااور اس کےعلم میں لائےبغیر دانستہ اس کاعلاج ترک کیاجاتاہے،اس ترک علاج کے نتیجہ میں بسااوقات مریض مرجاتاہے، کیونکہ بعض امراض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کاعلاج ایک طویل عرصے تک جاری رکھناپڑتاہےاوراگرعلاج بروقت نہ کیاجائےتوجان کے جانے کاعین امکان ہوتاہے۔

اب یہاں پرسوال یہ پیداہوتاہے کہ خودعلاج کی شرعی حیثیت کیاہےاور کیاکسی لاعلاج اورمہلک مرض میں مبتلاہونے کی صورت میں ترک علاج کی اجازت دی جاسکتی ہے ؟

اس حوالےسے سب سے پہلے تو یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ کوئی بھی بیماری لاعلاج نہیں ہوتی،کیونکہ اللہ تعالی نےانسان کی آزمائش کے لیےایسی بیماریاں ضرورپیداکی ہیں، لیکن ساتھ ہی ان کاعلاج بھی پیدافرمادیاہے، کوئی بھی بیماری ایسی نہیں ہے جس کاعلاج پیدانہ کیاگیاہو۔

یہ انسانی عقل اورعلم کی کمی ہے ورنہ ہرمرض کاعلاج ممکن ہے، کئی ایسے امراض ہیں کہ جن کے بارے میں یہ کہاجاتاتھاکہ ان امراض کاعلاج ناممکن ہے،ایسے امراض میں مبتلاشخص مرتوسکتاہے لیکن اس کامرض ختم نہیں ہوگا۔ جبکہ آج کل انہیں امراض کاپوری دنیامیں کامیاب

44۔ حمود بن عبداللہ بن حمود بن عبدالرحمن،إتحاف الجماعة بما جاء في الفتن والملاحم وأشراط الساعة،باب تعظيم قتل المسم بغير الحق،(الرياض،دار الصميعي للنشر والتوزيع،1414 ھ)،ج:1،ص:103

علاج ہورہاہے۔ مثلاً کچھ عرصہ قبل انسانی جسم کے ناکارہ عضو کا علاج ناممکن تھا، لیکن آج کے اطباء کو ایک ایسا مادہ مل گیا ہے کہ جس کے ذریعے ناکارہ عضو کو بغیر آپریشن کے ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح کینسر کا علاج بھی کسی زمانہ میں ناممکن سمجھا جاتا تھا اور اسی وجہ سے جرمنی کے ایک طبیب نے اپنی مریضہ کو یوتھینیزیا کے تحت قتل کر دیا تھا، مگر بعد میں اسی ڈاکٹر نے کنسر کا علاج دریافت کیا اور آج الحمدللہ پوری دنیا میں کینسر کا علاج ہو رہا ہے۔ اس لیے کسی بھی مریض کو لاعلاج سمجھ کر قتل کر دینا حرام ہوگا، کیونکہ اللہ پاک نے ایسی کوئی بیماری پیدا ہی نہیں فرمائی کہ جو نا قابل علاج ہو، یہ سراسر انسانی عقل کی کوتاہی اور کم فہمی ہے کہ وہ بیماریوں کے مخصوص علاج تک پہنچنے میں ناکام رہی ہے اور یہی بات آپ ﷺ نے متعدد بار اطباء کو بھی سمجھائی ہے:

مثلاً حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لكل داء دواء فإذا أصيب دواء الداء برأ بإذن الله عز وجل"[45]

ہر بیماری کی دوا ہے، جب کوئی دوا بیماری پر ٹھیک بٹھا دی جاتی ہے تو مریض اللہ تعالی کے حکم سے تندرست ہو جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء"[46] اللہ تعالی نے ایسی کوئی بیماری نہیں اتاری جس کا علاج نہ اتارا ہو۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ما أنزل الله داء، إلا قد أنزل له شفاء، علمه من علمه، وجهله من جهله"[47]

اللہ عزوجل نے ایسی کوئی بیماری نازل نہیں کی جس کا علاج نازل نہ کیا ہو، اب یہ الگ بات ہے کہ کوئی علاج جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل اور احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بیماری چاہے کیسی بھی ہو اس کا علاج ممکن ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہماری عقل اس کو سمجھنے اور معلوم کرنے میں ناکام اور قاصر ہے۔

علاج کی شرعی حیثیت:

ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اس پر کوئی بھی مصیبت اور پریشانی نازل ہوتی ہے وہ اللہ پاک کی طرف سے ہوتی ہے، بیماری بھی ایک قسم کی پریشانی ہے لیکن کبھی یہ اللہ پاک کی طرف سے انسان کے لیے رحمت ہوتی ہے، اس کے گناہوں کا کفارہ اور نیکیوں میں اضافہ کا سبب بنتی ہے، اسی طرح کبھی بیماری انسان کے لیے آزمائش اور تذکیر ہوتی ہے۔

بے شمار ایسی احادیث ملتی ہیں جن میں مرض اور مریض کی فضیلت بیان کی گئی ہے، اسی طرح ایسی حالت میں انسان کو صبر و تحمل کی تلقین کی گئی ہے، اسی بنیاد پر سلف صالحین کے درمیان اختلاف رہا ہے کہ اگر آدمی کسی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اسے علاج کروانا چاہیے، اس حوالے سے فقہاء سے دو قسم کی آراء ملتی ہیں:

45۔مسلم، صحیح مسلم، بَابُ غِلَظِ تَحْرِيمِ قَتْلِ الْإِنْسَانِ نَفْسَهُ، وَأَنَّ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي النَّارِ، وَأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، ح4084۔

46۔بخاری، صحيح البخاري، ح5354

47۔أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل ،مسند الإمام أحمد بن حنبل(مؤسسة الرسالة، 1421۔2001م)، ح3578

اول: جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ: علاج مباح ہے، یعنی جائز اور مستحب ہے واجب نہیں ہے "ان التداوی مباح وهو قول جمهوراهل العلم من الحنفية،والمالكية،والشافعية،والحنابلة"[48]

اس حوالے سے جمہور کا موقف یہ ہے کہ مریض یا اس کے لواحقین علاج کروئیں یا نہ کروائیں ان کی مرضی ہے، لیکن افضل اور بہتر یہ ہے کہ علاج نہ کیا جائے۔ اس بیماری کو اللہ پاک کی قدرت سمجھ کر صبر کرنا چاہیے، اللہ نے یہ بیماری دی ہے وہی اس کو دور فرمائے گا، اللہ پاک سے صبر اور تحمل کی دعا کرنی چاہیے۔ جس طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

"هذه المرأة السوداء أتت النبي صلى الله عليه و سلم فقالت إني أصرع وإني أتكشف فادع الله لي قال (إن شئت صبرت ولك الجنة وإن شئت دعوت الله أن يعافيك) . فقالت أصبر فقالت إني أتكشف فادع الله أن لا أتكشف فدعا لها"[49]

ایک سیاہ عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ مجھے مرگی آتی ہے اور اس کی وجہ سے میرا ستر کھل جاتا ہے۔ میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو صبر کر تجھے جنت ملے گی اور اگر چاہے تو میں تیرے لیے اللہ سے اس مرض سے نجات کی دعا کر دوں۔ اس نے عرض کیا کہ میں صبر کروں گی، پھر اس نے عرض کیا کہ مرگی کے وقت میرا ستر کھل جاتا ہے۔ آپ اللہ سے اس کی دعا کر دیں کہ ستر نہ کھلا کرے، نبی کریم ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

مذکورہ بالا حدیث میں آپ ﷺ نے اس عورت کو صبر کرنے کا مشورہ دیا ہے اور اختیار دیا ہے کہ اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے دعا کرتا ہوں، اللہ پاک تجھے شفاء فرمائیں گے، ورنہ صبر کر و اللہ پاک تجھے جنت دیں گے، لیکن عورت نے صبر کو اختیار کیا اور علاج بالدوا نہ کروایا۔ اب اگر علاج واجب ہوتا تو آپ ﷺ اسے اختیار نہ دیتے بلکہ اس کے لیے شفاء کی دعا کرتے، اسے علاج کا حکم کرتے۔

اسی طرح بہت سارے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی علاج نہ کرتے تھے، بلکہ اسے اللہ پاک کی تقدیر سمجھ کر صبر کرتے تھے۔ اس لیے اگرچہ علاج مباح ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک نہ کرنا افضل ہے اور جو علاج کروائے گا۔ وہ گویا اللہ پاک کی تقدیر سے بھاگتا ہے۔

جبکہ بعض شوافع اور حنبلی فقہاء، اسی طرح کچھ معاصر علماء نے علاج کروانے کو واجب قرار دیا ہے۔

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ:

"انما اوجب طائفة قليلة كماقاله بعض اصحاب الشافعية واحمد "[50]

درست بات بھی یہی ہے کہ علاج کروانا واجب ہے، کیونکہ ایک تو جان اللہ پاک کی امانت ہے، اس کی حفاظت انسان پر فرض ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر وسائل کے استعمال کرنے اور ان سے افادیت حاصل کرنے میں اللہ تعالی پر یقین میں کمی واقع ہوتی ہے تو پھر ان وسائل کے پیدا کرنے کا فائدہ اور مقصد کیا ہے۔ جبکہ اللہ تعالی فرماتے بھی ہیں کہ:

"هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا"[51]

اللہ وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں جو کچھ بھی ہے انسان کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور وہ اس سے حدود کے دائرے میں رہتے انسان ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ مرض اللہ تعالی کی طرف سے ہوتا ہے لیکن وسائل یعنی ادویہ اور علاج بھی تو اللہ پاک ہی کے تخلیق کردہ

48۔http://www.ahiaihdeeth.com/vb/archive/index.php/t.40144.html

49۔ بخاری، الجامع الصحیح، باب فضل من یصرع من الریح، ح5328

50۔ ابن تیمیہ، تقی الدین ابو العباس احمد، فتاوی الکبریٰ لابن تیمیہ، باب: التداوی بشحم الخنزیر، (بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1408ھ۔1987م)، ج:3، ص:7

51۔ القرآن، 2:29

ہیں۔پھر ان سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا جائے۔اس لیے ہر پریشان حال شخص اگر بیمار ہو تو یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھ جائے، تقدیر کا بہانہ بنا کر تدبیر کے اختیار سے نہ بھاگے۔بلکہ علاج و معالجہ کرے۔اگر بے روزگار ہے تو حصول رزق کے لیے سعی اور کوشش کرے، اگر اولاد کی نافرمانی سے دوچار ہے تو اس کی اصلاح کی راہیں اختیار کرے۔غرض یہ کہ مصائب کو دور کرنے کے لیے آدمی اپنے مقدور بھر اسباب و ذرائع کی دنیا میں کوشش کرے، البتہ تمام محنت و مجاہدے اور علاج و معالجہ کے بعد اس کے نتیجہ میں صحت یابی اور رزق میں فراوانی وغیرہ کو اللہ تعالی کے حوالہ کر دے، کیونکہ تدبیر اختیار کرنا اللہ تعالی کی تقدیر سے فراری نہیں ہے بلکہ بقول حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے، تدبیر اختیار کرنا در اصل اللہ پاک کی تقدیر سے اسی کی تقدیر کی طرف بھاگنا ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو تدبیر کے اختیار کرنے پر تقدیر سے فراری کا طعنہ دیا گیا تو آپؓ نے فرمایا: ہم اللہ کی تقدیر سے فراری اختیار نہیں کر رہے بلکہ:

"نفر من قدر الله إلى قدر الله"[52] ہم اللہ پاک کی تقدیر سے اسی کی تقدیر کی طرف سے بھاگ رہے ہیں۔

در اصل اللہ پر توکل کی حقیقت بھی یہی ہے کہ اسباب کو اختیار کرنے کے بعد نتیجہ اللہ تعالی کے حوالہ کیا جائے، اور اس سے شفا کی امید کے ساتھ ساتھ دعا بھی کی جائے۔ایسے متوکل لوگوں کو ہی اللہ تعالی نے اپنا محبوب قرار دیا ہے۔فرمان باری تعالی ہے:

"إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ"[53] اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔

اس لیے مرض چاہیے کیسا بھی ہو علاج کروانا چاہیے، لیکن اس علاج کرنے سے یہ اعتقاد نہ ہونا چاہیے کہ لازماً شفا ہو جائے گی۔بلکہ اس عقیدے اور یقین کے ساتھ علاج کروانا چاہیے کہ شفا دینے والا اللہ پاک ہے، دوا صرف ایک ذریعہ اور سبب ہے اگر اللہ چاہے گا تو یہ سبب فائدہ پہنچائے گا۔دوسری بات یہ بھی ہے کہ کوئی مرض ایسا نہیں ہے کہ جس کا علاج پیدا نہ کیا گیا ہو، ہر مرض کا مخصوص علاج ہے جب وہ مخصوص علاج کیا جائے گا تو انشاء اللہ شفا بھی ہو گائے گی۔آپ ﷺ نے بھی یہی نصیحت فرمائی ہے:

"لكل داء دواء فإذا أصيب دواء الداء برأ بإذن الله عز وجل"[54] ہر بیماری کی کوئی نہ کوئی دوا ہے، پس جب وہ دوا دی جائے گی تو اللہ کی اجازت سے بیماری ختم ہو جائے گی۔

اس لیے جب مرض انتہائی شدید ہو تو علاج واجب ہو جاتا ہے۔جیسا کہ علامہ دکتور موسی البسیط فرماتے ہیں کہ:

جب مریض کے مرنے یا اس کے کسی عضو کے تلف ہو جانے کا خدشہ ہو تو اس صورت میں علاج واجب ہوتا ہے، اگر کسی نے علاج نہ کروایا تو وہ شخص گناہ گار ہو گا "ويأثم بتركه"[55]

ترک علاج کی اجازت دینے کا مسئلہ:

معاصر علماء نے قتل بہ جذبۂ رحم کی مذکورہ نوع پر عمل درآمد کی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے، جب کوئی انسان ہوش میں نہ ہو اور اس کی سانس مصنوعی طریقوں سے بحال رکھی گئی ہو۔کیونکہ وہ صورت جس میں مشینوں کے ذریعے سانس کی آمد و رفت باقی رکھی جاتی ہے وہ

52۔بخاری، صحیح بخاری، باب فضل من يصرع من الريح، ح5397

53۔القرآن، 3:159۔

54۔ مسلم، صحيح المسلم، بَابُ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ، ح5792

55۔دکتور موسی البسیط، تیسیر الموت بین الشریعت والطب، ص:3، http://wwwshamelu,w5

محض ایک تکلیف اور مصنوعی حیات ہوتی ہے۔اب اس مصنوعی حیات کی بقاء کے لیے مشین لگا کر سانس کی آمد و رفت قائم رکھنے کو شرعاً لازم نہیں قرار دیا جاسکتا، اس لیے ایسی مشنوں کو ہٹالینا جائز ہوگا۔

جبکہ فقہ اکیڈمی انڈیا اور بعض دیگر فقہاء کے فتوے اس کے خلاف ہیں۔ مثلاً: اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے سولہویں سیمنار (اپریل 2007ء) میں یوتھینیزیا کی مذکورہ دو اقسام (غیر رضاکارانہ فعال قتل بہ جذبۂ رحم اور غیر رضاکارانہ غیر فعال قتل بہ جذبۂ رحم) کی شرعی حیثیت کے حوالے سے جو فتویٰ صادر کیا ہے وہ حسب ذیل ہے:

شریعت اسلامیہ میں انسانی جان کی بڑی اہمیت ہے اور حتی مقدور اس کی حفاظت خود اس شخص کا اور دوسروں کا فریضہ ہے اس لیے:

1۔ کسی مریض کو شدید تکلیف سے بچانے (نجات دلانے) یا اس کے متعلقین کو علاج اور تیمارداری کی زحمت سے نجات دلانے کے لیے عمداً ایسی تدبیر اختیار کرنا کہ جس سے اس کی موت واقع ہو جائے، حرام ہے اور قتل نفس کے حکم ہے۔

2۔ایسے مریض کو مہلک دوا تو نہ دیدی جائے مگر قدرت کے باوجود اس کا علاج ترک کر دیا جائے، تاکہ جلد اس کی موت واقع ہو جائے، یہ بھی جائز نہیں ہے۔[56]

اسی طرح الطب الکامل لے عنوان سے 23ویں سالانہ بین الاقوامی کانفرنس جو کہ 21 فروری تا 24 فروری سن 2000ء میں منعقد ہوئی تھی، جس میں شیخ الازھر محمدسید الطنطاوی سے کچھ ڈاکٹروں نے سوال کیا کہ: بعض مریض ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا دماغ تو مر چکا ہوتا ہے لیکن ان کا دل چل رہا ہوتا ہے، جبکہ مریض کے لواحقین علاج کا خرچہ برداشت نہ کرنے کی وجہ سے مریض کو ہاسپٹل سے گھر لے جانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لیکن اس طرح کرنے سے مریض کے مرنے کا عین امکان ہوتا ہے تو کیا انہیں مریض کو گھر لے جانے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

اطباء کے مذکورہ بالا سوال کے جواب میں شیخ الازہر نے کہا:

اگر ورثاء مریض کو اس لیے لے جانا چاہتے ہیں کہ اب اس کا علاج نہیں ہو سکتا، یہ اب لاعلاج ہو چکا ہے تو یہ ان کے لیے جائز نہیں۔ لیکن اگر وہ علاج کی استطاعت نہ رکھنے کی بناپر اپنے مریض کا علاج ترک کرتے ہیں اور اسے گھر لے جانا چاہتے ہیں، تو پھر اس صورت میں انہیں اس کی اجازت دی جائے گی اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے[57] کیوں کہ یہ مجبور ہیں، علاج کے اخراجات برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے علاج چھوڑ رہے ہیں ورنہ ان کی نیت مریض کو مارنا نہیں ہے۔

خلاصۂ بحث

- رضاکارانہ فعال قتل بہ جذبہ رحم خودکشی کی ایک قسم اور صورت ہے، جو کہ اسلام میں حرام اور ناجائز ہے، اسلام میں ایسے عمل کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا کسی بھی صورت میں قتل بہ جذبہ رحم کی اس قسم کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

56۔ قتل بہ جذبۂ رحم اور دماغی موت فقہ اسلامی کی روشنی میں (مجموعہ مقالات عالمی فقہی سیمنار) اکیڈمی کا فیصلہ، بعنوان (یوتھینزیا۔ قتل بجذبۂ رحم)، ص:29۔31۔

57۔ محمد بن محمود الھواری، مقالہ بعنوان: (قتل الرحمة فی میزان الاخلاق والقانون راي بعض فقهاء المسلمين في القتل الرحمة) رای شیخ الازھر https://archive.isgamonline.net/?p=9288۔

- غیر رضاکارانہ فعال قتل بہ جذبۂ رحم ،اگرچہ اس صورت میں مریض مرنے کے لیے کوئی عملی تدبیر اختیار نہیں کرتا ہے، محض علاج کرانا چھوڑ دیتا ہے اور نیت یہ ہوتی ہے کہ مر جائے، تو یہ عمل بھی اسلام کی نظر میں حرام ٹھرتا ہے، کیوں کہ حفاظت نفس کے جمیع اسباب ووسائل کا اپنی وسعت اور استطاعت کے مطابق فرہم کرنا ہر انسان پر لازم ہے،اس لیے شرعاًیہ بھی جائز نہیں ہو سکتا کہ استطاعت کے ہوتے ہوئے کوئی آدمی ترک علاج کر کے موت کو دعوت دے۔
- غیر رضاکارانہ فعال قتل بہ جذبۂ رحم بھی ناجائزاور حرام ہے، کیوں کہ اس میں ایک آدمی دوسرے آدمی کو بغیر کسی جرم اوراس کی مرضی کے اُسے قتل کرتا ہے جو کہ سراسر ظلم اور قتل بغیر الحق ہے، جس کو تمام انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے۔
- غیر رضاکارانہ غیر فعال قتل بہ جذبۂ رحم ،یعنی وہ قتل جس میں نہ تو مریض کو مرنے کی خواہش ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی عملی تدبیر اختیار کی جاتی ہے ، بلکہ مریض کی رضا معلوم کئے بغیر ہی اس کا علاج ترک کر دیا جاتا ہے، پھر اس ترک علاج کے نتیجہ میں مریض مر جاتا ہے۔اب یہاں پر ایک سوال اٹھایا گیا ہے جس کے دو اجزاء ہیں نمبر ایک علاج کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟،دوسرا ترک علاج کی اجازت دی جاسکتی ہے یا نہیں ؟۔علاج کی شرعی حیثیت کے بارے میں دو نقطہ نظر پائے جاتے ہیں:

ایک جمہور فقہاء کے نزدیک علاج ایک مباح عمل ہے،یعنی جائز اور مستحب عمل ہے واجب نہیں ہے،انسان کی مرضی ہے اگر علاج کرنا چاہے تو کر سکتا ہے،اور اگر کوئی نہ کرنا چاہے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے، بلکہ جمہور کے ہاں تو علاج نہ کرنا افضل ہے۔

دوسرے نقطہ نظر کے مطابق علاج واجب ہے یہ رائے بعض شوافع اور حنبلی فقہاء اور کچھ معاصر علماء کی ہے اور یہی رائے زیادہ مناسب اور درست ہے۔

اسی طرح ترک علاج کی اجازت کے بارے میں کچھ معاصر علماء کہتے ہیں کہ جس مریض کی سانس کو مصنوعی آلات کے ذریعے جاری رکھا گیا ہو تو ان آلات کو ہٹایا جا سکتا ہے کیوں کہ یہ مصنوعی حیات ہوتی ہے جس سے محض تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے، حقیقت میں انسان مر چکا ہوتا ہے۔ جبکہ اس کے متعلق فقہ اکیڈمی انڈیا کا فتویٰ یہ ہے کہ قدرت کے باوجود ترک علاج کرنا جائز نہیں۔اسی طرح شیخ الازہر کا فتویٰ بھی ہے کہ علاج کی استطاعت نہ رکھنے کی بناء پر ترک علاج کی اجازت دی جاسکتی ہے ، لیکن علاج کرنے کی استطاعت ہونے کی صورت میں محض اس وجہ سے علاج چھوڑنا کہ یہ مریض لاعلاج ہو چکا ہے، یہ جائز نہیں ہو گا۔

سفارشات

- قتل بہ جذبہ رحم سے متعلق جن ممالک میں قانون سازی کی گئی ہے ان کے قوانین کو جمع کیا جائے۔ مسلم اقلیتوں کو مد نظر رکھ کر اسلامی نقطہ نظر سے تمام جزئیات کے ساتھ جائزہ لیا جائے۔
- قتل بہ جذبہ رحم کے بروے کار لانے کے اسباب کی شرعی حیثیت پر مستقل بحث کی جاسکتی ہے۔
- کسی مریض کو مصنوعی طریقہ سے زندہ رکھنے کی صورت میں اس مصنوعی حیات کی حقیقت پر بھی کام ضرورت ہے۔